اختیارات نہیں ہوں گے کہ وہ خود گستاخیِ رسول کے کسی بھی ملزم کو گرفتار کرے، مدعی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تک رسائی کرے جو بعد میں ابتدائی پوچھ گچھ کے بعد پولیس کو اختیار دے گا، کہ وہ معاملہ میں دخل اندازی کر سکیں، مگر افسوس صد افسوس۔ انتہا پسندوں کے دباؤ کی وجہ سے گورنمنٹ اس پر عمل نہیں کرا سکی۔ جیسے حال ہی میں نومبر ۱۹۹۵ء میں لاہور پولیس نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے اختیار حاصل کیے بغیر مولوی حضرات کی خوشنودی کے لیے پانچ مسیحیوں کو گرفتار کر لیا اور بعد میں ایک مسیحی نوجوان پولیس کی حراست میں وفات پا گیا۔

ایسے افسوسناک حالات میں ہمارے دلوں میں میسیو آخن (مسیحی امداد انجمن) کے لیے جو شکر گزاری کے گہرے جذبات ہیں، ان کی نوعیت ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔ ہم میسیو آخن اور دیگر جرمن دوستوں کے شکر گزار ہیں جنھوں نے اپنی عظیم کاوش کے ذریعے ۸۸ ہزار سے زائد دستخط جمع کیے ہیں جن میں توہینِ رسالت قانون کے خاتمے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ہم خاص طور پر اُن کے شکر گزار ہیں، کیونکہ انھوں نے یہ کام دعا اور روزہ کے ساتھ سرانجام دیا ہے۔

آپ سب سے درخواست ہے کہ اس وقت تک ہمارے ساتھ قدم ملا کر چلتے رہیے جب تک ۲۹۵ - سی ختم نہیں ہو جاتا، تاکہ ہمارے لوگ پاکستان میں بغیر خوف کے سکولوں اور دفتروں میں جا سکیں، اس خوف کے بغیر کہ اُن پر اچانک توہینِ رسالت لاگو نہ کر دی جائے۔

ہم پورے دل سے ملک معراج خالد (سابق اسپیکر قومی اسمبلی) سے متفق ہیں جنھوں نے آج کے "جنگ" اخبار میں کہا ہے "توہین رسالت قانون کی دفعہ ۲۹۵ - سی مسیحیوں پر لٹکتی تلوار ہے۔ ہمیں معاشرہ کو تعصّب اور جبر سے آزاد کرانا ہوگا"۔ خداوند کی قوّت سے ایسا ہی ہوگا۔ آمین۔

اقلیّتوں کے حقوق کے تحفّظ کے لیے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔

وزیر اعظم کے مشیر برائے انسانی حقوق جناب کامران حیدر رضوی نے کہا ہے کہ حکومت مختلف مذہبی گروہوں کے درمیان ہم آہنگی میں اضافے کے لیے کوشاں ہے اور تمام ممکنہ ذرائع اختیار کر رہی ہے کہ اقلیّتوں کے حقوق محفوظ رہیں۔ اس امر کا اظہار اُنھوں نے روچسٹر کے بشپ جناب مائیکل نذیر علی سے باتیں کرتے ہوئے کیا۔ بشپ نذیر علی نے کہا کہ اُن کے ہم مذہب اقلیّتوں کے بارے میں اسلام کی رواداری کی تعلیم کا احترام کرتے ہیں، لیکن پاکستان میں نافذ بعض قوانین مثلاً دفعہ ۲۹۵ - سی نے اقلیّتوں میں عدمِ تحفّظ کا احساس پیدا کیا ہے۔

جنابِ کامران رضوی نے مائیکل نذیر علی کو بتایا کہ "حکومت قوانین کو انسانی حقوق کے بین

الاقوامی معیاروں کے مطابق ڈھالنے کے لیے بھرپور کوشش کر رہی ہے اور اقلیتوں سے تعلق رکھنے والوں کو زیادہ سے زیادہ تحفظ فراہم کر رہی ہے۔" (دی نیوز، اسلام آباد۔ ۱۰ جنوری ۱۹۹۶ء)

یورپ

فرانس: ترکِ وطن کر کے آنے والوں کی ضروریات کا خیال رکھا جائے ــــــ آرچ بشپ

نومبر۔ دسمبر ۱۹۹۵ء کی ۲۴ روزہ ہڑتال کے نتیجے میں پورے فرانس میں آمدورفت مفلوج ہو گئی تھی، ملک میں موجود کئی خامیاں کھل کر سامنے آئیں۔ بے روزگاری اور نسل پرستی کے رجحانات سے جو طبقے شدید متاثر ہیں، اِن میں تارکینِ وطن سرِفہرست ہیں۔ اس موقع پر فرانس کے بشپوں کی "کمیٹی برائے اُمور تارکینِ وطن" نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ مستقبل کی معاشرتی پالیسی طے کرتے وقت ترکِ وطن کر کے آنے والے پچاس لاکھ افراد کی ضروریات کا خیال رکھا جائے۔ یہ مطالبہ اُس وقت سامنے آیا جب ہڑتال کے خاتمے پر وزراء اور مزدور رہنماؤں کے درمیان مذاکرات جاری تھے۔ حکومت نے وعدہ کیا ہے کہ ۱۹۹۶ء کے خاتمے تک اڑھائی لاکھ افراد کے لیے روزگار پیدا کیا جائے گا اور معیشت کو فعال بنانے کے لیے متعدّد اقدامات کیے جائیں گے۔

فرانس میں ترکِ وطن کر کے آنے والوں میں شمالی افریقہ کے مسلمانوں کی کثیر تعداد شامل ہے۔ آج فرانس میں جو مسلمان آباد ہیں، اُنھوں نے خود یا اُن کے والدین نے ترکِ وطن کیا تھا۔ مسلم برادری اور عام فرانسیسیوں کے درمیان تعلقات اُس وقت سے خراب چلے آ رہے ہیں جب فرانس میں دہشت پسندی کی چند وار دات ہوئیں اور اُن کی ذمہ داری الجزائری مسلمانوں کی ایک اسلامی تنظیم پر ڈالی گئی۔ اِس کے بعد پکڑ دھکڑ اور پوچھ گچھ میں بے پناہ اضافہ ہوا اور شمالی افریقہ سے تعلق رکھنے والے مسلمان اِس نئی مہم سے بالخصوص متاثر ہوئے۔

تارکینِ وطن کے بارے میں حالیہ سخت گیر قانون سازی کے تحت اُن افراد کے خلاف بھی قانونی کارروائی کی جا سکتی ہے جن پر غیر قانونی طور پر آنے والے تارکینِ وطن کی امداد یا اُنھیں ملازمت دینے کا الزام ہو۔ ایک کیتھولک پادری کو اِن ہی قوانین کے تحت ۱۹۹۵ء میں چھ ماہ قید کی سزا سنائی گئی (گو ابھی تک سزا معطل ہے۔) جنھوں نے ایک ایسے شخص کی میزبانی کی تھی جس کے کاغذات مکمل نہیں تھے۔ اِسی طرح ایک نوجوان خاتون کو تین ماہ قید کی سزا سنائی گئی جس نے ایک ایسے شخص کو روپوش